رضا کیلئے دین کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ جس طرح اب تک اطمینان سے رزق دیتا رہا پھر بھی وہی حفاظت فرمائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ ۱۵۔۱۶ برس کی عمر میں منی گئے اپنے والد کے ساتھ تھے۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ اردگرد جمگھٹا لگا ہے۔ امام نے جاکر دیکھا نورانی بزرگ درمیان میں بیٹھے ہیں کسی سے پوچھا یہ کون ہیں۔؟ کہا گیا کہ حضور اقدسؐ کے صحابی حضرت عبداللہ بن جزءؓ ہیں اور حدیث پڑھاتے ہیں۔ والد مجھے میری خواہش پر نزدیک لے گئے تو پہلی حدیث ان سے جو سنی اس کا مفہوم یہ تھا کہ جس کسی نے اللہ کی رضا کیلئے تفقہ فی الدین حاصل کرلی تو فکر معاش اور طلب رزق سے اُسے بے فکر کرادوں گا۔ تو اللہ نے آج تک جو مہربانی آپ کے ساتھ فرمائی کہ اپنے بندوں کے قلوب میں ڈالدیا کہ وہ تعاون کریں۔ بے فکر بنا دیا کہ آپ کو تعلیم کا موقع ملے تو اگر یہ سوچ لو کہ جو دین حاصل کرلیا اسے اب اوروں تک پہنچانا ہے۔ اور بغیر کسی لالچ اور ... کے، تو انشاء اللہ اب طالب العلمی سے بھی بڑھ کر اطمینان و بے فکری کی زندگی گھر میں اور باہر دنیا اور آخرت کی اللہ تعالیٰ عطا فرمادے گا۔

میرے بھائیو! یہ احادیث کا پڑھنا پڑھانا تو محض ایک ربط اور مناسبت پیدا کرنا تھا۔ ترجمۃ الباب اور حدیث میں ربط کیسے ہوا۔؟ ائمہ محدثین نے اس کے استنباط کیسے فرمائے۔ ایسے طریقے سامنے آتے تو یہ نہیں کہ اب ہم فارغ ہوکر محدث بن گئے ۶ ماہ بھی بمشکل دورۂ حدیث پڑھ چکے ہوں گے۔ تو اس سے احادیث محفوظ ہوجانے اور عالم بن جانے کا کیسے زعم پیدا ہوجاتے، نہیں محض ایک مناسبت اور تعلق قائم ہوا آپ نے اس درسگاہ میں اساتذہ کی تقاریر کی روشنی میں پڑھانے کا مطالعہ و استنباط کا طریقہ دیکھ لیا۔ اب جاکر کامل مکمل مطالعہ کروگے اور جب تک حدیث کے فہم و تفہیم پر یقین نہ آئے تو حدیث مت پڑھاؤ، لاادری کہنا عار نہ سمجھو یہ عین کمال ہے۔ ہمارے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جن کے فیوضات سے یہ عالم فیض یاب ہورہا ہے۔ فرمایا کرتے کہ واللہ العظیم قاسم اس دیوار سے بھی جاہل ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ان پڑھ ہے اور یہ اس لئے فرماتے کہ اس دیوار پر جو شعاع شمس پڑھتے ہیں تو ظاہر بین اسے روشن اور سفید سمجھے گا مگر حقیقت بین کہے گا کہ نہیں دیوار میں کچھ بھی نہیں یہ تو سورج کا کمال ہے۔ اس کی کرنیں ہیں جو اسے منور بنارہی ہیں۔

تو یہ علم بھی من جانب اللہ ہے۔ ذاتی کمال نہیں۔ انما انا قاسم واللہ یعطی۔ تو مولانا قاسم بھی اس طرح فرماتے۔ امام مالک کتنے عظیم عالم محدث اور مجتہد تھے. ۴۰ مسائل دریافت ہوئے تو ۳۶ مسائل کے بارہ میں فرمایا لاادری (میں نہیں جانتا) صرف ۴ کا جواب دیتے ہیں۔ اگر لاادری کہنا نقص و عدم کمال تھا۔ تو امام مالک آج امام مالک نہ ہوتے۔ تو ہم اب حدیث کے عالم نہیں بنے یہ نہ سمجھیں کہ ہم حدیث کے عالم ہوگئے ہیں۔

توجب صحت واصابت مراد کا یقین ہو تب بیان کریں۔ پھر یہ بھی خیال رکھو کہ اختلافات سے حتی الوسع گریز کرو جہاں جاؤ گے تو کسی عالم اور مولوی نے امام مسجد نے پہلے سے اپنا ایک حلقہ بنایا ہوگا تم نئے گئے ہوگے کوئی حلقہ بھی نہیں ہوگا۔ جاتے ہی اُس سے اُلجھ جاؤ گے۔ تو وہ آپ پہ کیا حکم لگائے گا۔ عوام میں اعتماد پیدا کیا نہیں تو اپنی بدنامی کراؤ گے تو اختلاف سے اجتناب کیا کرو۔

سندِ حدیث | میں نے بخاری شریف و ترمذی شریف دونوں شیخ العرب والعجم امام المجاہدین مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز سے پڑھیں قراءتاً بعض مقامات سماعاً پڑھے۔ حضرت مولانا نے حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہندؒ سے پڑھے جن کا ترجمہ اردو میں مروّج ہے۔ اور افغانستان میں فارسی میں مروّج ہے۔ کہ ایسا بہترین ترجمہ کم ہی ہوگا۔ بہت بڑا مقام ہے شیخ الہندؒ کا۔ اور ترجمہ کے کام پہ ایسے خوش تھے کہ رو رو کر فرماتے تھے کہ ساری زندگی تو ویسے گذری البتہ میں نے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ کو با محاورہ کر دیا اسے بغل میں لیکر اللہ تعالیٰ کے در پہ حاضر ہوں گا کہ یا اللہ اور تو کچھ نہ ہو سکا۔ البتہ یہ خدمت میں نے کی تو اسے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ حضرت شیخ الہندؒ جہاد و عزیمت کے امام تھے زندگی جہاد میں گذری انہوں نے یہ امانت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ سے حاصل کی جو قاسم العلوم والخیرات تھے۔ ان کی تصانیف آبِ حیات قبلہ نما وغیرہ ایسی ہیں کہ متقدمین کے عہد میں ہوتے تو غزالی و رازی کا مقام و درجہ پاتے کہ اس پایہ کی ہستی ہیں حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کہاں سے یہ فیضان علوم ان پر فرمایا۔ اب جو مدارس ہند و پاکستان میں ہیں ان ہی کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔ صرف یہ نہیں ہندوؤں سے عیسائیوں سے مناظرے دین کے لئے کئے ان کی خدمات بے نظیر ہیں۔

حضرت نانوتویؒ نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے ہیں سے سند حدیث حاصل کی ان کی سند ترمذی شریف کے آغاز میں درج ہے۔ دسویں ہجری تک حدیث کے علوم مصر و شام و عرب میں تھے — مگر ہندوستان میں اسکی ترویج اتنی نہ تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ دو دفعہ حجازِ مقدس گئے دو دفعہ حدیث کا دورہ کیا پہلے اپنے والد ماجد سے پھر مدینہ و مکہ میں وہاں سے آکر صحاح ستہ کی ترویج و اشاعت ہندوستان میں فرمائی۔ موطا امام مالک کی دو شرحیں کیں۔ یہ اشاعت حدیث شاہ ولی اللہ دہلوی کا صدقہ ہے۔ ان کے اساتذہ کا سلسلہ سے ترمذی کے آغاز میں بخاری شریف کا سلسلہ بھی مذکور فی الکتب ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی کے اساتذہ کا سند ہر حدیث کی سند ہے۔ جو حدثنا حدثنی یا اخبرنا کیساتھ مذکور ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ ہمیں یہ اجازت اہلیت کی بناء پر نہیں بلکہ

باقی ص ۵ پر

جناب مولانا انوار اللہ باچا صاحب
اسسٹنٹ پروفیسر انجینئرنگ یونیورسٹی۔ پشاور

رجم ——— ایک اسلامی سزا

ظہور اسلام کے وقت عربوں میں زنا کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی کیونکہ زنا ان کے ہاں قابلِ سزا جرم تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ البتہ بعض قبائل میں زنا کے مرتکب کو قتل کیا جاتا تھا۔ نیز ان کی معاشرتی زندگی کے اصول کے مطابق جب مالدار اور با اثر آدمی کی بیوی، بہن یا بیٹی کے ساتھ کوئی غریب آدمی زنا کرتا تو اس آدمی کو سزا دی جاتی تھی اور مالدار کو اس قسم کی سزا سے مستثنیٰ کیا جاتا تھا۔[1]

چونکہ زنا نظام انسانیت اور حفاظت نسب کو تباہ و برباد کرتا ہے اس لئے تمام مذاہب اور متمدن معاشرتی نظاموں نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ البتہ اس کی سزا دینے میں کچھ اختلافات ہیں۔ اسلام نے دوسرے جرائم کی طرح زنا کو بھی تدریجاً ممنوع اور حرام ٹھہرایا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے زنا کو فحش ٹھہرا کر اس کے قریب جانے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلاہ	اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ یہ فحش کام اور برا راستہ ہے۔

یعنی زنا کا ارتکاب تو بڑی بات ہے اس کے دواعی اور اسباب سے بھی رک جاؤ۔ اور ایسا کام بھی نہ کرو جس کے کرنے کے بعد تم زنا کرنے پر مجبور ہو جاؤ۔ یعنی عورت کو چھونا۔ چومنا۔ بوسہ دینا۔ بدنیت سے دیکھنا وغیرہ سے پرہیز کرو۔ اس کے بعد سورۂ نساء کی پندرھویں اور سولھویں آیات نازل ہوئیں جن میں زنا کو قابل سزا جرم قرار دے کر اس کی ابتدائی سزا مقرر کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

والّٰتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم ...... او یجعل اللہ لھن سبیلاہ (۱۵:۴)	تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو۔ اور اگر وہ گواہی دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت

---

[1] تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ڈاکٹر جواد چہارم ص ۲۱۲

آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے ۔

والّـذان یأتیانـھا منکم فآذوھما فان تابا و اصلحا فاعرضوا عنھما ان اللہ توابا رحیماہ (۴ : ۱۶)

اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں ان دونوں کو تکلیف دو ۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔

مندرجہ بالا آیتوں میں زنا کی سزا بیان کی گئی ہے ۔ پہلی آیت صرف زانیہ عورتوں کے لئے ہے اور ان کی سزا یہ ارشاد ہوئی کہ انہیں تا حکم ثانی قید رکھا جائے ۔ دوسری آیت زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں کے بارے میں ہے کہ دونوں کو اذیت دی جائے یعنی مارا پیٹا جائے اور ان کی تذلیل کی جائے ۔ یہ زنا کی سزا کے متعلق ابتدائی حکم تھا ۔

یہاں یہ بھی ذکر نامناسب ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں کے متعلق مفسر سدی نے یہ رائے دی ہے کہ پہلی آیت منکوحہ عورتوں کے لئے ہے اور دوسری آیت غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے ۔ لیکن اس کی تائید میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے ۔

اس کے علاوہ ابو مسلم اصفہانی کی رائے یہ ہے کہ پہلی آیت عورت اور عورت کے ناجائز تعلق کے بارے میں ہے اور دوسری آیت مرد اور مرد کے ناجائز تعلق کے بارے میں ہے ۔ لیکن اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ عہد نبوت کے بعد جب یہ سوال پیدا ہوا کہ مرد اور مرد کے ناجائز تعلقات پر کیا سزا دی جائے ۔ تو کسی بھی صحابی نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کا حکم مذکورہ آیت میں موجود ہے ۔ بلکہ اس جرم کے لئے اور سزائیں تجویز کی گئیں ۔ پھر ان آیات کے بعد اسی سورت کی پچیسویں آیت نازل ہوئی جس میں شادی شدہ لونڈی کے ارتکاب زنا کی سزا بیان کی گئی ہے ۔ جو مندرجہ ذیل ہے ۔

ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات ...... فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب (نساء ۲۵)

اور تم میں سے جو لوگ اتنی مقدرت نہ رکھتے ہوں کہ مومنوں میں سے محصنات کے ساتھ نکاح کریں تو وہ تمہاری مومن لونڈیوں میں سے نکاح کریں پھر اگر وہ لونڈیاں محصنہ ہو جانے کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو محصنات کو ایسے جرم پر دی جائے ۔

سورہ نساء کی مذکورہ پندرھویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا کہ ان کے لئے کوئی اور سبیل نکال دے۔ تو اس سبیل مذکورہ اور موعودہ کے بارے میں آنحضرتؐ کی ایک حدیث ہے۔ جو مسلم۔ مسند احمد۔ سنن نسائی۔ ابوداؤد۔ ترمذی ؒ ابن ماجہ میں عبادہ بن صامت کی روایت سے اس طرح آتی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

خذو اعنّی خذو اعنّی قد جعل اللّٰہ لھن سبیلاً البکر بالبکر جلد مائۃ و تغریب عام و الثّیب بالثیب جلد مائۃ والرجم

مجھ سے حاصل کرو۔ مجھ سے حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد و عورت کے لئے وہ سبیل جس کا وعدہ سورہ نساء کی آیت میں ہوا تھا اب پورا ہوا وہ یہ کہ غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور سال بھر جلا وطنی اور شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور سنگساری۔

یہاں یہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو چونکہ ابھی قوانین اسلام نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے یہود و نصاریٰ کے فیصلے آپ ان کی کتابوں کے مطابق کیا کرتے تھے چنانچہ انہی دنوں کا ایک واقعہ ہے۔ جو حدیث کی کتابوں میں مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی مرد اور یہودی عورت کو پیش کیا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا۔ حضورؐ یہود کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ تورات میں زنا کرنے والوں کی کیا سزا ہے۔ وہ بولے ہم دونوں کا منہ سیاہ کرتے ہیں اور دونوں کو سواری پر سوار کرتے ہیں اور ایک کا منہ اس طرف اور دوسرے کا منہ ادھر کرتے ہیں۔ اور پھر دونوں کو سب جگہ گشت کرایا جاتا ہے آپ نے فرمایا اچھا تورات لاؤ اگر تم سچے ہو۔ چنانچہ وہ لے کر آئے۔ اور پڑھنے لگے۔ جب رجم کی آیت آئی تو جو شخص پڑھ رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ اس آیت پر رکھ دیا اور آگے پیچھے کا مضمون پڑھ لیا۔

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ جو حضورؐ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اسے حکم دیجئے کہ اپنا ہاتھ اٹھالے اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت ہاتھ کے نیچے سے نکل آئی۔ پھر آپؐ نے دونوں کے متعلق حکم فرمایا تو وہ سنگسار کر دئے گئے۔[1]

زنا سے منع کرنے کے بعد اس کی سزا کے تسلسل میں آخری حکم قرآن کریم میں سورہ نور کی دوسری آیت میں نازل ہوا جو حسب ذیل ہے:۔

---

[1] مسلم کتاب الحدود جلد ۲ ص ۹۴، ۹۵ مطبوعہ قرآن محل کراچی حدیث ۱۹۳۲

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ (نور آیت ۲) — زانیہ عورت اور زانی مرد۔ دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

یہ زنا کی سزا سے متعلق قرآن کریم کی آخری آیت ہے۔ صحیح بخاری میں یہ بھی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سورہ نسا میں جو وعدہ کیا گیا تھا او یجعل اللہ لہن سبیلا۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور سبیل بنا دے۔ تو سورہ نور کی آیت نے وہ سبیل بتا دی۔ یعنی سو کوڑے مارنے کی سزا۔ عورت و مرد دونوں کے لئے متعین فرما دی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ابن عباسؓ نے سو کوڑے مارنے کی سزا شادی شدہ عورت کے لئے مخصوص قرار دے کر فرمایا۔ یعنی الرجم للثیب والجلد للبکر یعنی وہ سبیل اور سزائے زنا کی تعیین یہ ہے کہ جس شادی شدہ مرد یا عورت سے یہ گناہ سرزد ہو تو ان کو سنگسار کر کے ختم کر دیا جائے۔ اور اگر غیر شادی شدہ مرد یا عورت اس گناہ کے مرتکب ہوں تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں[۱]۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ سورہ نور کی مذکورہ آیت میں ارتکاب زنا کی سزا جو سو دُرّے ہیں عام ہے۔ اور اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی تفریق نہیں ہے۔ لیکن اس کا حکم غیر شادی شدہ مرد و عورت کے ساتھ مخصوص ہونا اور شادی شدہ کے لئے رجم ہونا عبداللہ بن عباسؓ کو اوپر والی حدیث سے معلوم ہوا ہوگا۔

ایک اور حدیث جو حضرت ابو امامہ سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس دن جب کہ وہ گھر میں محصور تھے اوپر سے جھانکا اور فرمایا۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون کرنا حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کے بعد زنا کرے۔ یا مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے۔ یا کسی کو بغیر حق کے (ظلماً) قتل کرے[۲]۔

صحاح کی ایک اور حدیث میں جو ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد جہنی سے مروی ہے۔ آیا ہے کہ ایک دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیں۔ دوسرا خصم بولا اور وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا کہ جی ہاں! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے اور مجھے بولنے کی اجازت دیجئے۔

[۱] صحیح بخاری کتاب التفسیر ص ۶۵۷۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی [۲] جامع ترمذی جلد دوم۔ ابواب الفتن ص ۳۴۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔

تو حضورؐ نے فرمایا، وہ بولا

میرا لڑکا اس کے ہاں ملازم تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ مجھے اس بات کی خبر دی گئی کہ میرے لڑکے پر رجم واجب ہے۔ تو میں نے اس کا بدل سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی۔ اس کے بعد میں نے اہل علم سے دریافت کیا انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا۔ اور اس کی بیوی پر رجم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ لونڈی اور بکریاں تو تمہیں واپس ہیں۔ اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال جلاوطن رہے گا۔ اور اے انیس! تو صبح اس عورت کے پاس جا۔ اگر وہ اقرار کرے تو اسے رجم کرو۔

چنانچہ وہ صبح گئے تو اس عورت نے اقرار کیا۔ حضورؐ نے حکم دیا اور وہ رجم کی گئی[1]

صحاح کی ایک اور حدیث جو مسلم نے بریدہؓ سے روایت کی ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور زنا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ نے اسے واپس کر دیا۔ وہ پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے دوسری مرتبہ بھی واپس کر دیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے کسی کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور دریافت کرایا کہ کیا ان کی عقل میں کچھ فتور ہے؟ اور تم نے ان کی کوئی غیر موزوں بات دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا ہم تو کچھ فتور نہیں جانتے اور جہاں تک ہمارا خیال ہے کہ وہ ہم میں نیک اور کامل عقل والے ہیں۔

چنانچہ ماعز پھر تیسری مرتبہ آئے۔ آپ نے پھر ان کی قوم کی طرف قاصد بھیجا۔ انہوں نے کہا نہ انہیں کوئی بیماری ہے اور نہ عقل میں کچھ فتور ہے۔ جب چوتھی بار آئے تو آپ نے حکم دیا اور وہ رجم کئے گئے[2]

ماعز بن مالک اسلمی کے رجم کا یہ واقعہ مختلف طریقوں سے اور مختلف الفاظ سے مروی ہے کسی میں ہے کہ اس نے حضورؐ سے کہا کہ مجھے پاک کر دو۔ کیونکہ میں نے زنا کیا ہے۔ [illegible] حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ مجھے تمہارے بارے میں فلاں عورت سے زنا کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ تو اس کے جواب میں اس نے اعتراف کیا کہ جی ہاں میں نے زنا کیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے اس سے یہ بھی پوچھا کہ تم پاگل تو نہیں ہو۔ اس نے کہا جی نہیں۔ پھر حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تم نے بوسہ لیا ہو گا یا چھوا ہو گا۔ جس پر اس نے جواب دیا کہ نہیں میں نے واقعی زنا کیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے اس سے یہ بھی پوچھا کہ کیا تم نے

---

[1] مسلم جلد ۲ ص ۷۹۴ (اردو ترجمہ) مطبوعہ قرآن محل کراچی [2] ایضاً ص ۷۹۲

شراب پی ہے۔ اور ایک صحابی نے ان کے منہ کو سونگھا اور کہا کہ شراب کی بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ بعض روایات میں ہے کہ وہ چار روز مسلسل آکر اقرار کرتے رہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس نے چار مرتبہ چار مختلف مجالس میں اقرار کیا اور بعض میں ہے کہ ایک ہی مجلس میں چار مرتبہ اقرار کیا۔[1]

اسی طرح صحاح میں بریدہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ازد کی ایک عورت غامدیہ حضورؐ کی خدمت میں آئی اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا یارسول اللہ۔ آپ مجھے کیوں واپس کرتے ہیں شاید آپ مجھے ماعز کی طرح لوٹانا چاہتے ہیں۔ بخدا میں حاملہ ہوں۔

آپؐ نے فرمایا۔ اچھا اگر ایسا ہے اور تو لوٹنا نہیں چاہتی تو بچہ جننے کے بعد آنا۔

چنانچہ جب بچہ جن لیا تو بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائیں اور کہنے لگی یہ ہے جو میں نے جنا۔

آپؐ نے فرمایا۔ جا اس کو دودھ پلا جب اس کا دودھ چھٹے تب آنا۔

پھر جب اس کا دودھ چھٹا تو وہ بچہ لے کر آئی۔ اور بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور عرض کرنے لگی یارسول اللہ! اس کا میں نے دودھ چھڑا لیا ہے۔ اور اب یہ روٹی کھانے لگا ہے۔

آپؐ نے وہ بچہ مسلمانوں میں سے ایک شخص کو دیا۔ اس نے بچے کی پرورش کی ضمانت لی۔ اور حضورؐ نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دے دیا اور اسے رجم کر دیا گیا۔[2]

مندرجہ بالا احادیث کے علاوہ صحاح میں حضرت عمرؓ کی ایک روایت ہے جو عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ منبر پر بیٹھے فرما رہے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی۔ سو جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا اس میں آیت رجم بھی تھی اور ہم نے اس آیت کو پڑھا، محفوظ کیا اور سمجھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ رجم کیا۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر جب زمانہ دراز گذر جائے تو کہنے والا کہنے لگے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رجم نہیں ملتا۔ لہٰذا اس فرض کے ترک کرنے کی وجہ سے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا سب گمراہ ہو جائیں گے۔ بیشک رجم کا حکم اللہ کی کتاب میں حق ہے اس شخص کے لئے جو محصن ہو کر زنا کا ارتکاب کرے۔ اور اگر میں اس بات سے نہ ڈرتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں زیادتی کی تو میں اس آیت کو قرآن کے حاشیہ میں درج کر لیتا۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ ص ۱۳۳۔ مطبوعہ دارالفکر۔ بیروت

[2] مسلم جلد دوم۔ کتاب الحدود ص ۶۷۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی

مؤطا امام مالک میں سعید بن المسیب کی روایت میں ہے کہ اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم باقی ہے۔ نیز اسی روایت میں مذکورہ آیت کے الفاظ بھی موجود ہیں جو یہ ہیں:۔

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ یعنی بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت اگر زنا کریں تو انہیں سنگسار کیا جائے[1]

بخاری میں شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک زانیہ عورت کو جمعرات کے دن سو کوڑوں کی سزا دی اور جمعہ کے دن اسے رجم کیا اور فرمایا کہ میں نے کوڑے لگوائے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق اور میں نے رجم کیا سنت رسول ﷺ کے مطابق۔

تو زنا کے ارتکاب کی سزا کے متعلق اوپر آیات اور احادیث وارد ہیں۔ جیسا کہ بیان سے واضح ہے۔ قرآن کریم میں اس سلسلے میں سورۂ نور کی دوسری آیت ہے جس میں زانی مرد اور زانیہ عورت کے لئے سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے خواہ وہ محصن اور محصنہ ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن اوپر بیان کردہ احادیث میں آنحضرتﷺ نے محصن اور محصنہ کو رجم کی سزا دی ہے۔ جب وہ زنا کا ارتکاب کریں۔ اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ آیا رجم کے مذکورہ واقعات سورۂ نور کی مذکورہ آیت سے پہلے کے ہیں یا بعد کے۔ اور اگر بعد کے ہیں تو کیا قرآنی آیت ان سے منسوخ ہوگئی یا مخصص۔ تو پہلے نقطہ پر بحث کے متعلق آیا رجم کے جملہ واقعات جو حضورﷺ کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ کیا یہ سورۂ نور کی دوسری آیت سے پہلے کے ہیں یا بعد کے۔ اس ضمن میں صحیحین کی ایک روایت کا ذکر ضروری ہے جس میں ابواسحاق شیبانی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے دریافت کیا کہ آیا آنحضرتﷺ نے کسی کو رجم کیا ہے تو انہوں نے کہا جی ہاں! میں نے کہا سورۂ نور نازل ہونے کے بعد یا اس سے قبل۔ انہوں نے کہا یہ میں نہیں جانتا۔[1]

لیکن ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری اور علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں تاریخی اعتبار سے ثابت کیا ہے کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کی مذکورہ آیت کے بعد پیش آئے ہیں اس لئے کہ سورۂ نور کی نزول کا تعلق واقعہ افک سے ہے اور مفسرین کے مطابق یہ واقعہ چوتھی، پانچویں یا چھٹی ہجری میں پیش آیا ہے۔ اور واقعات رجم کے راویوں میں ابوہریرہؓ ہیں جو ساتویں ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

دوسرے راویوں میں عبداللہ بن عباسؓ ہیں جو اپنی والدہ کے ساتھ نویں ہجری میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

تو اس تاریخی پس منظر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجم کے واقعات سورہ نور کی مذکورہ آیت کے بعد رونما ہوئے ہیں[2]

اس دوسری رائے کی تائید خلفائے راشدین کے تعامل سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے عہدوں میں رجم کیا۔ اور خاص کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کو سنت رسولﷺ

---

[1] مؤطا امام مالک (اردو) صـ ۵۹۹ مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور [2] بخاری کتاب الحدود، مطبوعہ قرآن محل کراچی [3] ایضاً

[2] فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ صـ ۱۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۲۳ صـ ۲۹۱ مطبوعہ احیاء التراث العربی قاہرہ۔

کے مطابق رجم کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین نے رجم کو سورۃ نور کی آیت سے منسوخ نہیں سمجھا بلکہ رجم کو اس آیت کے بعد بھی سنتِ رسول ؐ سے مشروع سمجھا ہے ۔ ورنہ وہ اپنے زمانہ میں رجم نہ کرتے ۔ گویا غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیئے سو کوڑے ہیں اور شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لئے رجم ہے ۔

لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا احادیث سے قرآن کی نسخ ہو سکتی ہے۔ اور کیا رجم ماننے سے قرآن کا عام حکم خاص ہو جاتا ہے ۔ اور کیا قرآن کے عام حکم کی تخصیص حدیث سے ہو سکتی ہے ۔

تو جہاں تک حدیث سے قرآن کی نسخ کا تعلق ہے تو جمہور ائمہ کے نزدیک قرآن کی نسخ حدیث سے نہیں ہو سکتی خواہ وہ حدیث خبرِ واحد ہو یا مشہور یا متواتر۔

لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدیث مشہور سے قرآن کی نسخ ہو سکتی ہے[1] ۔ اور جہاں تک عام کی تخصیص کا تعلق ہے تو جمہور کے ہاں یہ جائز ہے ۔ بلکہ قرآن کے اکثر عام احکام احادیث سے مخصص ہوتے ہیں ۔ مثلاً السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما ۔ یہاں لفظ سارق عام ہے ۔ خواہ کوئی ایک پیسہ بھی چوری کرے اس کو بھی شامل ہے ۔ لیکن احادیث سے چوری کی سزا کا حکم مقید ہے ۔ اس چور کے لیئے جو کم از کم چار دینار یا اس کی قیمت کے برابر کسی دوسری کرنسی کی حد تک چوری کرے ۔ اور اس سے کم اس میں شامل نہیں ہے[2] ۔

بعض ائمہ اس کو تخصیص نہیں بلکہ بیان اور تشریح کہتے ہیں ۔ لیکن امام ابو حنیفہ اور بعض دیگر ائمہ فرد واحد سے قرآن کی عام تخصیص جائز نہیں سمجھتے ۔ اس کے علاوہ خوارج اور معتزلہ بھی خبرِ واحد کو قرآنی حکم کے مقابلہ میں مخصص یا ناسخ نہیں سمجھتے ۔ بلکہ وہ خبرِ واحد کی حجیت کے بھی قائل نہیں ہیں ۔ اب یہاں یہ طے کرنا ہوگا کہ آیا رجم کی احادیث احاد ہیں یا نہیں ۔ تو انفرادی طور پر ہر ایک خبرِ واحد ہے ۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہ نے حدیث عبادہ بن صامت اور حدیث عسیف دونوں کو خبرِ واحد ٹھہرایا ہے[3] اور دونوں میں مذکورہ جلاوطنی کے حکم کو نہیں مانتے ۔ اسی طرح ابو ہریرہ رضؓ زید بن خالد اور بریدہ کی احادیث میں حدیث عبادہ بن صامتؓ اور حدیث عسیف کو منسوخ سمجھتے ہیں ۔ لیکن چونکہ اس ایک حکم پر یہ ساری احادیث نہایت ثقہ اور مشہور صحابہ سے مروی ہیں اس لئے اکثر ائمہ نے رجم کی احادیث کو متواتر المعنی قرار دیا ہے چنانچہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے :-

صحابہ، متقدمین اور متاخرین علماء اور ائمہ نے اجماع کیا ہے کہ محصن یعنی شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے ۔

---

[1] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی دکتور مصطفٰے سباعی ص ۳۹۷ مطبوعہ بیروت

[2] تفسیر آیات الاحکام جلد دوم ص ۲۲۳ - محمد علی صابونی مطبوعہ مکتبہ غزالی ۔ دمشق

[3] احکام القرآن ۔ ابو بکر جصاص ص ۱۰۶، ۱۰۷ جلد دوم ۔ مطبوعہ بیروت

یہاں تک کہ مر جاتے - اور خوارج کا اس سے انکار باطل ہے۔ کیونکہ اگر وہ صحابہ کرامؓ کے اجماع سے منکر ہیں تو جہل مرکب ہے۔ اور اگر وہ خبر واحد کی حجیت کے انکار کی بنیاد پر حضورؐ کا عملاً رجم نہیں مانتے تو اس سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ حضورؐ سے رجم احادیث متواتر المعنی کے ذریعے ثابت ہے۔ اور خوارج اور مسلمانوں کی طرح متواتر المعنی پر متواترۃ اللفظ کی طرح عمل واجب سمجھتے ہیں۔ البتہ صحابہ اور عام مسلمانوں سے روگردانی نے ان کو بڑی بڑی جہالتوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس لئے جب انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کے سامنے یہ اعتراض کیا کہ رجم کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ بھی تو قرآن میں نہیں ہیں (تو یہ کہاں سے مقرر ہوئے) تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حضورؐ اور مسلمانوں کے عمل سے) تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ اس طرح رجم بھی ہے[1]"

علامہ محمد علی صابونی نے تفسیر آیات الاحکام میں لکھا ہے :-

" اور رجم حضورؐ کے قول، فعل اور عمل سے ثابت ہے اور اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اس لئے کہ یہ ایسی روایات سے ثابت ہے جن میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور تواتر سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے بعض صحابہ پر رجم کی حد عملاً نافذ کی۔ مثلاً ماعز اور غامدیہ وغیرہ۔ اور خلفائے راشدین نے آپ کے بعد اپنی دور خلافت میں اس حد کو قائم رکھا اور کئی مرتبہ اعلان کیا کہ شادی کے بعد زنا کی حد رجم ہے[2]"

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے :-

"جمہور مجتہدین نے محصن زانی کے لئے رجم کو واجب قرار دینے کے لئے یہ استدلال کی ہے کہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اسے کیا ہے۔ ابوبکر رازی نے لکھا ہے کہ رجم کی روایت ابوبکر، عمر، علی، جابر بن عبداللہ، ابو سعید خدری۔ ابوہریرہ۔ بریدہ اسلمی۔ زید بن خالد اور بعض دوسرے صحابہ سے مروی ہے"

غرض جمہور محدثین اور فقہا نے ان احادیث کو معنیً متواتر قرار دیا ہے۔ اور جب یہ معنیً متواتر ہیں تو ان سے قرآن کی تخصیص بھی ہو سکتی ہے۔ نیز امام رازی نے لکھا ہے۔ کہ یہاں عموم آیت سے کوڑے مارنا ثابت اور خبر متواتر سے رجم ثابت ہے۔ اور دونوں میں منافاۃ نہیں ہے"

باقی حضرت عمرؓ کا جو خطبہ صحاح میں مروی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکم رجم کی کوئی مستقل آیت تھی۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس آیت کے الفاظ نہیں بتلائے۔ کہ وہ کیا تھی - اور کیوں اس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ صرف اتنا فرمایا کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھ پر کتاب اللہ میں زیادتی کا

---

[1] روح المعانی علامہ آلوسی جلد ۱۸ ص۸۸ مطبوعہ بیروت [2] تفسیر آیات الاحکام محمد علی صابونی جلد دوم ص۲۱ مطبوعہ دمشق

لگائیں گے۔ تو میں اس آیت کو قرآن کے حاشیہ پر لکھ دیتا۔"

اس آیت پر مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں مندرجہ ذیل روشنی ڈالی ہے۔

" اس روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر واقعی قرآن کی کوئی آیت ہے اور دوسری آیات کی طرح اس کی تلاوت واجب ہے تو فاروق اعظم نے لوگوں کی بدگوئی کے خوف سے اسے کیسے چھوڑ دیا جب کہ ان کی شدت فی امر اللہ مشہور و معروف ہے۔ اور یہ بھی قابل غور ہے کہ خود حضرت فاروقؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس آیت کو قرآن میں داخل کر دیتا۔ بلکہ ارشاد یہ فرمایا کہ میں اس کو قرآن کے حاشیہ پر لکھ دیتا۔

یہ سب امور اس کے قرائن ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے سورۂ نور کی آیت مذکورہ کی جو تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی جس میں آپؐ نے سو کوڑے لگانے کے حکم کو غیر شادی شدہ مرد و عورت کے ساتھ مخصوص فرمایا اور شادی شدہ کے لئے رجم کا حکم دیا۔ اس مجموعی تفسیر کو اور پھر اس پر رسول اللہؐ کے تعامل کو کتاب اللہ اور آیت کتاب اللہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا اس معنی میں آپ کی یہ تفسیر و تفصیل بحکم کتاب اللہ ہے۔ وہ کوئی مستقل آیت نہیں ورنہ حضرت فاروق اعظم کو کوئی طاقت اس سے نہ روک سکتی کہ قرآن کی جو آیت رہ گئی ہے اس کو اس کی جگہ لکھ دیں۔ حاشیہ پر لکھنے کا جو ارادہ ظاہر فرمایا۔ وہ بھی اسی کی دلیل ہے۔ کہ درحقیقت وہ کوئی مستقل آیت نہیں۔ بلکہ آیت سورۂ نور ہی کی تشریح میں کچھ تفصیلات ہیں۔ اور بعض روایات میں جو اس جگہ ایک مستقل آیت کے الفاظ مذکور ہیں وہ اسناد و ثبوت کے اعتبار سے اس درجہ میں نہیں کہ اس کی بنا پر قرآن میں اس کا اضافہ کیا جا سکے۔ حضرات فقہا نے جو اسے منسوخ التلاوت غیر منسوخ الحکم کی مثال میں پیش کیا ہے۔ وہ مثال ہی کی حیثیت میں ہے۔ اس سے درحقیقت اس کا آیت قرآن ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورۂ نور کی آیت مذکورہ میں جو زانیہ اور زانی کی سزا سو کوڑے لگانا مذکور ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تشریح و تصریح کی بنا پر غیر شادی شدہ لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور شادی شدہ کی سزا رجم ہے۔ یہ تشریح اگرچہ الفاظ آیت میں موجود نہیں مگر جس ذات اقدس پر یہ آیت نازل ہوئی خود ان کی طرف سے ناقابل التباس وضاحت کے ساتھ یہ تفصیل مذکور ہے اور صرف زبانی تعلیم و ارشاد نہیں بلکہ متعدد بار اس تفصیل پر عمل بھی صحابہ کرام کے مجمع کے سامنے ثابت ہے۔ اور یہ ثبوت ہم تک تواتر کے ذریعہ پہنچا ہوا ہے۔ اس لئے شادی شدہ مرد و عورت پر سزائے رجم کا حکم درحقیقت کتاب اللہ ہی حکم ہے۔ اور اسی کی طرح قطعی اور یقینی ہے اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ سزائے رجم سنت متواترہ سے قطعی الثبوت ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ سے یہی الفاظ منقول ہیں۔ کہ رجم کا حکم سنت سے ثابت ہے اور حاصل دونوں کا

ایک ہی ہے۔[1]

اس کے علاوہ محمد علی صابونی نے نقل کیا ہے کہ سورۂ نور کی دوسری آیت کی عموم تو غلام اور لونڈی کے خروج سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی سزا پچاس کوڑے ہیں نہ کہ سو کوڑے۔ تو گویا آیت کا حکم عام نہیں رہا۔[2]

یہاں یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ رجم کی سزا محصن زانی کے لئے ہے۔ اور احصان کے لئے فقہاء نے مندرجہ ذیل شروط مقرر کئے ہیں۔

۱۔ **عقل**:۔ یعنی جس زانیہ یا زانی پر رجم کی سزا نافذ کی جائے گی اسے عقل سلیم ہونی چاہئے چنانچہ پاگل وغیرہ پر یہ سزا نافذ نہیں ہوگی۔

۲۔ **بلوغ**۔ دوسری شرط محصن زانی کے وجوب رجم کے لئے یہ ہے کہ وہ بالغ ہو۔ اس لئے یہ سزا بچے اور نابالغ پر نافذ نہیں ہوگی۔

۳۔ **نکاح صحیح میں جماع**۔ یعنی جس محصن زانی پر رجم کی سزا واجب ہوگی ضروری ہے کہ اس نے نکاح صحیح میں جماع بھی کیا ہو۔ اور جماع بھی سامنے کی طرف سے۔ اور یہ کہ جماع حالت حرمت میں نہ ہو۔ اس لئے اگر صرف نکاح کیا اور بیوی سے جماع نہیں کیا اور زنا کا مرتکب ہوا تو اس پر رجم نہیں ہوگا۔ اور اگر جماع تو بیوی سے کیا لیکن نکاح فاسد میں، تب بھی اس پر رجم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح تو کیا لیکن وہ عورت حیض میں تھی اور دونوں نے جماع کیا۔ پھر ان میں سے کسی ایک نے زنا کا ارتکاب کیا تب بھی وہ محصن شمار نہیں ہوگا اور اس پر رجم کی سزا واجب نہیں ہوگی۔

۴۔ **اسلام**۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک احصان کے لئے اسلام شرط ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس لمحصن۔ (جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں)

اس کے علاوہ جب کعب بن مالک نے ایک یہودی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "چھوڑو! تم اس کے نکاح سے محصن نہیں ہوگے"۔[3]

لیکن امام شافعیؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک احصان میں اسلام شرط نہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا اور دونوں محصن تھے۔ نیز یہ کہ کافر بھی زنا کی حرمت کے قائل ہیں۔ اس لئے ان پہ بھی حد نافذ ہوگی۔

---

[1] معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۴۷۔ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی [2] تفسیر آیات الاحکام محمد علی صابونی جلد دوم ص ۲۷۔ مطبوعہ دمشق [3] تلک حدود اللہ۔ ابراہیم احمد وقفی۔

جس طرح کہ مسلمانوں پر حد نافذ ہوتی ہے۔

۵۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے ہاں زانی اور زانیہ دونوں میں احصان کے شروط مکمل ہونی چاہئیں۔ اگر ایک میں بھی ایک ہی شرط مفقود ہو تو دونوں پر رجم نہیں ہو گا۔ لیکن امام مالکؒ کے ہاں دونوں میں ساری شروط کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ ہر ایک میں ان کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک میں ساری شرائط پائی جائیں اور دوسرے میں ایک شرط کم ہو تو جس میں شرائط موجود ہیں اس پر رجم ہو گا۔ اور جس میں ایک شرط مفقود ہے تو اس پر رجم نہیں ہو گا۔[1]

یہاں یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ زنا کا ثبوت اور اس کی سزا یعنی رجم وغیرہ یا تو اقرار سے ثابت ہوتا ہے یا چار عاقل اور عادل گواہوں کی گواہی سے۔

اقرار کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ مقر عاقل اور بااختیار ہو۔ نیز اسے زنا کی حرمت کا علم ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف مجالس میں چار مرتبہ اقرار کرے اور یہ کہ نفاذ سزا کے آخر تک اقرار پر قائم رکھے اور اس سے رجوع نہ کرے۔

گواہی کی صورت میں چاروں گواہوں کا عادل اور عاقل ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ یہ گواہی دیں کہ انہوں نے ان کو فلاں جگہ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[2]

اس مسئلہ کی تکمیل کے طور پر یہ ضروری ہے کہ خوارج، معتزلہ اور بعض شیعہ کے دلائل سے بھی بحث کی جائے۔ جو رجم کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:[3]

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کفر، قتل اور چوری وغیرہ کی اقسام اور ان کی سزاؤں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ان سب سے زیادہ زنا کے احکام کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ پہلے اللہ تعالیٰ نے زنا کو ممنوع فرمایا۔ اور فرمایا، لاتقربوا الزنا اور پھر اس پر سزا کی وعید فرمائی۔ اور پھر کوڑوں کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ کوڑے لوگوں کے سامنے مارے جائیں اور پھر فرمایا کہ کوڑوں کی سزا سے آپ ان کے بارے میں رحم نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ زانیہ عورت سے عموماً زانی مرد ہی شادی کرتا ہے۔ تو اتنے متعلقہ احکام اللہ تعالیٰ نے زنا کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔ تو رجم جو ایک بہت بڑی سزا ہے تو اس کا کیوں ذکر نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے۔

نیز رجم ایک انتہائی قسم کی سزا ہے اور ضروری ہے کہ یہ ایک قطعی دلیل سے ثابت ہو جس میں کوئی شک نہ ہو۔

---

[1] تلک حدود اللہ۔ ابراہیم احمد وقفی [2] ایضاً [3] التفسیر الکبیر للامام فخر الدین الرازی جلد ۲۳ صہ ۱۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ تہران

اس لئے ضروری ہے کہ یہ یا تو قرآن سے ثابت ہو یا سنت متواترہ سے - اور قرآن میں اس پر کوئی نص نہیں ہے اور جو احادیث اس کے متعلق ہیں وہ اگرچہ متعدد طریقوں سے مروی ہیں لیکن اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد اگرچہ واجب العمل ہوتے ہیں لیکن جو چیز ان سے ثابت ہوتی ہے وہ اس طرح نہیں ہوتی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

۲- "تابعین میں واقعات رجم کے بارے میں یہ شک اور تردد ہے کہ آیا یہ سورہ نور سے پہلے کی ہیں یا بعد کی۔ جیسا کہ عبداللہ بن اوفی سے پوچھا گیا کہ کیا حضورؐ نے رجم سورہ نور سے پہلے کیا یا بعد - تو انہوں نے جواب دیا کہ " میں نہیں جانتا" یہ ظاہر کرتا ہے کہ حکم رجم میں شبہ ضرور ہے -

۳- سورہ نساء کی پچیسویں آیت میں لونڈیوں کو آزاد عورتوں سے نصف سزا کا حکم ہے چنانچہ اللہ فرماتا ہے:-

فاذا احصن فان اتین الفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب

اور احصن کے معنی شادی شدہ کے ہیں۔ اس لئے محصنات کے معنی بھی یہی ہوں گے۔ تو گویا شادی شدہ عورتوں کا ارتکاب زنا کی صورت میں جو سزا دی جاتی ہے اس کا نصف شادی شدہ لونڈیوں کو اس صورت میں دی جائے گی تو اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ شادی شدہ عورتوں کی زنا کی سزا سو دُرے ہوں جن کا نصف پچاس درے ہوں گے اور اگر ان کی سزا رجم مانی جائے تو اس کا نصف ہو ہی نہیں سکتا۔ تو گویا رجم کی سزا ہے ہی نہیں۔

جمہور مجتہدین کے ان کے یہ جوابات دیتے ہیں۔

۱- اگرچہ قرآن کریم میں رجم کا ذکر نہیں ہے اور زنا کی سزا کے مختلف ادوار وغیرہ کا مفصل ذکر ہے لیکن امام فخرالدین رازی نے فرمایا ہے کہ احکام شریعت کی تحدید مصلحتوں کے تحت ہوتی ہے اور شاید وہ مصلحت جس کی بنا پر رجم ضروری ٹھہرایا گیا ان آیات کے بعد پیش آئی ہو[1]

اس کے علاوہ خود قرآن نے احکام شریعت میں سنت کو ایک خود مختار حیثیت دی ہے اور حضورؐ شارح قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ شارع احکام بھی ہیں۔ اس ضمن میں قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات قابل ذکر ہیں -

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی	اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش
اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم	جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں کہ ان کو ان
الخیرۃ من امرھم ومن یعص	کے اس کام میں کوئی اختیار رہے اور جو شخص اللہ اور
اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً	اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا
مبینا ۳۳-۳۶	

---

[1] التفسیر الکبیر للامام فخر الدین الرازی جلد ۲۳ ص ۱۳۵ - مطبوعہ دار الکتب العربیہ تہران - ایران

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (۹ : ۵۹)	اور رسول تم کو جو دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے تم کو روک دیں تو رک جایا کرو
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۳۱ : ۳)	کہہ دیجئے (اے پیغمبر) اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو اس طرح اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔
یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول (۴:۵۹)	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑ گئے تو اس کو اللہ اور رسول کے پاس لے جاؤ۔
من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۲۱ : ۳۳)	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔
لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الاٰخر (۲۱ : ۳۳)	بیشک آپ کے لئے رسول اللہ میں پاکیزہ اخلاق ہیں جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہیں۔

تو گویا سنت رسول اسلامی قانون کا ایک بنیادی ماخذ ہے۔ اللہ کا کلام یعنی قرآن آنحضرتؐ پر نازل ہوا اور یہ رسول ہی تھے جنہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس نے اس کو پڑھا اور صحابہ پر لکھوایا اور اس کو ترتیب دی۔ پس حضورؐ نے قرآن یا سنت کی صورت میں جو کچھ دیا وہی اسلام کے بنیادی ماخذ ہیں اور دونوں پر عمل یکساں واجب اور ضروری ہے۔

اور احادیث رجم تواتر تک پہنچتی ہیں۔ اور خبر متواتر سے قرآن کی تخصیص ہو سکتی ہے اور وہ بذات خود واجب العمل ہوتا ہے۔

رہا تابعین میں یہ شک کہ آیا یہ واقعات سورۃ نور سے پہلے کے ہیں یا بعد کے۔ تو اکثر اوقات ایک راوی اپنے علم کے مطابق ایک حصۂ روایت کو جانتے ہیں اور دوسرے کے بارہ میں لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں لیکن اس دوسرے حصے کا علم دوسرے طریقوں سے حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے صرف لاعلمی کا اظہار کیا لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ کہ ابوہریرہؓ ساتویں ہجری میں مسلمان ہوئے ہیں۔ حالانکہ

اس نے رجم کی حدیث روایت کی ہے۔ نیز ان واقعات کے راویوں میں سے ایک راوی عبداللہ بن عباسؓ ہیں جو اپنی والدہ کے ساتھ نویں ہجری میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ اور ان سب کے علاوہ خلفائے راشدین کا عمل اس بات پر شاہد ہے کہ رجم کے واقعات سورۃ نور کے نزول کے بعد رونما ہوئے ہیں۔ ورنہ وہ رجم نہ کرتے، خاص کر حضرت علیؓ کا یہ قول کہ میں نے اس زانیہ محصنہ عورت کو کوڑے لگوائے کتاب اللہ کے حکم کے مطابق اور رجم کیا سنت رسولؐ کے مطابق۔

رہا یہ کہ سورۃ نساء کی پچیسویں آیت میں شادی شدہ لونڈیوں کی سزا آزاد محصنات عورتوں کی سزا کا نصف بیان ہوا جس سے رجم کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ تو دراصل احصان کا ایک معین معنی قرآن میں مذکور نہیں ہے۔ بلکہ کبھی شادی، کبھی پاک دامنی اور عفت اور کبھی خاندانی شرافت وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آیت زیر بحث میں "محصنات" کا لفظ لونڈی کے بالمقابل خاندانی عورتوں کے لئے استعمال ہوا یعنی وہ عورتیں جن کو خاندان کی حفاظت حاصل ہو۔ اگرچہ وہ شادی شدہ نہ ہوں۔ جیسا کہ آیت کے مضمون سے ظاہر ہے بخلاف اس کے لونڈیوں کے لئے محصنات کا لفظ "شادی شدہ عورتیں" کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور صاف الفاظ میں فرمایا کہ جب انہیں نکاح کی حفاظت حاصل ہو جائے (فاذا احصن) تب ان کے لئے زنا کے ارتکاب پر وہ سزا ہے جو ان آزاد عورتوں کی سزا ہو جن کو خاندانی حفاظت حاصل ہو۔ اگرچہ وہ شادی شدہ نہ ہوں۔ کیونکہ خاندانی عورت کو دو حفاظتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک خاندان کی حفاظت جس کی بنا پر وہ شادی کے بغیر بھی محصنہ ہوتی ہے۔ دوسرے شوہر کی حفاظت جس کی وجہ سے اس کے لئے خاندان کی حفاظت پر ایک اور حفاظت کا اضافہ ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے لونڈی جب تک لونڈی ہے محصنہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو کسی خاندان کی حفاظت حاصل نہیں ہے البتہ نکاح ہونے پر اسے صرف شوہر کی حفاظت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ بھی ادھوری۔ کیونکہ شوہر کی حفاظت میں آنے کے بعد بھی نہ تو وہ ان لوگوں کی بندگی سے آزاد ہوتی ہے جن کے ملک میں وہ تھی۔ اور نہ اسے معاشرت میں وہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ جو خاندانی عورت کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ لہذا اسے جو سزا دی جائے گی۔ وہ غیر شادی شادی خاندانی عورت کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ لہذا اسے جو سزا دی جائے گی۔ وہ غیر شادی شدہ خاندانی عورتوں کی سزا سے آدھی ہو گی نہ کہ شادی شدہ خاندانی عورتوں کی سزا سے۔

نیز جہاں "سزائے رجم" کے سلسلہ میں محصن اور محصنہ بولا جاتا ہے۔ وہاں ایسا مرد اور ایسی عورت ہی مراد لیا جاتا ہے جو آزاد شادی شدہ اور تمام صفات احصان شرعی سے متصف ہو۔ غلام اور کنیز شرعاً محصن اور محصنہ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ احصان میں بالاتفاق شرط ہے قرآن میں جہاں کہیں ان کے لئے یہ لفظ آ گیا ہے وہاں مراد پاک دامنی، عفت و پارسائی ہوتا ہے۔ یا صرف حصار نکاح میں مقید و پابند ہو جانا مکمل احصان کا ان میں موجود ہونا

رجم

ممکن نہیں ہے جس کی وجہ سے زنا کے بعد رجم کی سزا متعین ہو جاتی ہے۔ اس لئے شادی شدہ لونڈی کی سزا سے
زنا آزاد غیر شادی شدہ عورت کی سزائے زنا سے آدھی ہے۔

نیز مذکورہ آیت کے شروع میں بھی محصنات سے بالاتفاق غیر شادی شدہ آزاد۔ خاندانی، باعفت و شرف عورتیں
مراد ہیں جب یہ لفظ اس آیت کی ابتدا میں آیا ہے۔ تو آیت کے آخر میں لفظ "محصنات" کے بھی یہی معنی ہوں گے
یعنی غیر شادی شدہ آزاد باعفت اور شریف عورتیں کیونکہ ایک ہی آیت میں ایک ہی لفظ کے دو جگہ پر استعمال
ہونے سے معنی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا کہ چونکہ تواتر سے ثابت ہے کہ شادی شدہ عورت (محصنہ)
کی ارتکاب زنا کی سزا رجم ہے۔ اس لئے اس آیت میں محصنات کے لئے کوڑوں ہی کی سزا مراد ہوگی۔ جس کا نصف
پچاس کوڑے ہیں۔ نہ کہ رجم۔ تو گویا یہاں محصنات سے آزاد غیر شادی شدہ عورتیں مراد نہیں ہیں[1]

آخر میں یہ مضمون استاد عبدالقادر عودہ کے مندرجہ ذیل رائے پر ختم کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے رجم کے متعلق حسب
ذیل بات لکھی ہے:۔

"بعض لوگ آج زانی محصن کے لئے رجم کی سزا کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ محض ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات
ہے جس پر خود ان کے دلوں کو یقین نہیں (اگر ان میں سے کسی شخص کو اپنے بہت قریبی حلقوں میں یہ واقعہ پیش آ
جائے تو اس کا ردعمل شاید اس سے بھی سخت ہوگا) اسلامی شریعت نے اس مسئلہ میں بھی اپنے دوسرے احکام کی
طرح باریک بینی اور انصاف کی روش اختیار کی ہے۔ جو لوگ زانی کو قتل کرنے کے تصور سے گھبرا اٹھتے ہیں اگر
وہ واقعات کی دنیا کو دیکھیں تو ان پر حقیقت واضح ہو جاتی اور انہیں پتہ چل جائے کہ اسلام نے زانی محصن کو
سنگسار کرنے کا حکم دے کر کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے انسانی طبیعت مانوس نہ ہو۔ آج کے مروجہ قانون ہی
کو دیکھ لیجئے۔ اگر زنا کے مجرموں میں سے کوئی ایک شادی شدہ ہو تو اس قانون کی رو سے اس کی سزا صرف قید
ہے۔ اور اگر کوئی شادی شدہ نہ ہو تو جب تک جبر و اکراہ نہ ہو کوئی سزا نہیں۔ یہ موجودہ قانون کا فیصلہ ہے
لیکن کیا لوگ اس قانون پر راضی ہو گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ نہ اس پر راضی ہوئے ہیں اور نہ کبھی ہو سکتے ہیں۔ اس کی بجائے وہ مروجہ قانون کو
توڑتے ہیں اور زانی کو قتل کر کے اس سے انتقام لے کر رہتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ یہ انتقامی قتل رجم سے بھی زیادہ
شدید طریقوں سے کئے جاتے ہیں۔ سمندر میں ڈبو دینا۔ آگ میں جلا دینا وغیرہ۔ جب واقعہ یہ ہے تو رجم کی سزا سے کیوں ڈریں اس سزا کو

[1] التفسیر الکبیر امام فخر الدین الرازی جلد ۲۳ ص ۱۳۴۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ طہران۔

پاکستان آرمی میں

ڈائریکٹ شارٹ سروس کمیشن

شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن کور

پاکستان آرمی کو ایسے باصلاحیت افراد کی ضرورت ہے جو بطور آفیسر دینی معلّم کے فرائض سرانجام دے سکیں۔ مطلوبہ قابلیت اور شرائط ملازمت حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تعلیمی قابلیت :۔ ایم اے اسلامیات اور فارغ / فاضل درس نظامی۔ (نوٹ) جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تخصص کی سند ایم اے اسلامیات کے برابر تصور کی جائے گی۔ ایسے امیدوار جنہوں نے ایم اے اسلامیات کا امتحان دیا ہو جنہیں ماہ شوال تک سند فراغ / فضیلت ملنے والی ہو، درخواست دے سکتے ہیں۔ عمر :۔ ۱۵ اگست ۱۹۸۱ء کو ۲۵ سال تک۔ پاکستان آرمی کے مولوی صاحبان (ریلیجس ٹیچرز) کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ ۲۔ کمیشن :۔ آرمی ایجوکیشن کور (شعبہ دینی تعلیمات) میں بطور سیکنڈ لیفٹیننٹ۔ نااہل امیدوار :۔ ۱۔ جو اس سے قبل دو بار آئی ایس ایس بی / جی۔ ایچ۔ کیو سلیکشن بورڈ کے ذریعے مسلح افواج میں کسی قسم کے کمیشن کیلئے مسترد کر دیئے گئے ہیں۔ ب۔ اپیل میڈیکل بورڈ کے ذریعے آرمی / نیوی / ائیر فورس کیلئے نااہل قرار دیئے جا چکے ہوں (آرڈنری میڈیکل بورڈ کے ذریعے نااہل قرار دیئے گئے امیدوار درخواست دے سکتے ہیں لیکن ایسے امیدواروں کو اپیل میڈیکل بورڈ کے ذریعے دوبارہ طبی معائنہ کروانا ہوگا۔ ج۔ مسلح افواج یا اسکے کسی بھی تربیتی ادارے سے نااہلی / ڈسپلن کی خلاف ورزی پر نکالے جانے والے افراد۔ د۔ برخاست شدہ یا گورنمنٹ سروس سے نکال دئے جانے والے افراد یا وہ افراد جن کو سرکاری ملازمت / دوبارہ ملازمت کرنے سے کسی مجاز اتھارٹی نے روک دیا ہو۔ س۔ جنہیں کسی عدالتِ مجاز نے کسی اخلاقی جرم میں سزا دی ہو۔ ۳۔ ملازمت کی جگہ :۔ پاکستان میں یا پاکستان کے باہر کسی بھی جگہ۔ ۴۔ پیشہ ورانہ تربیت :۔ کمیشن پانے کے بعد ضروری پیشہ ورانہ تربیت دی جائے گی۔ ۵۔ طریق انتخاب: الف۔ کسی سروس ہسپتال میں طبّی معائنہ۔ ب۔ تحریری امتحان اور ٹسٹ آئی ایس ایس بی کوہاٹ۔ ج۔ انٹرویو آخری انتخاب جنرل ہیڈکوارٹرز۔ راولپنڈی۔ ۶۔ درخواستیں مجوزہ فارم پر پی اے ۳ (بی) اے جی برانچ، جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی کے نام ۵/ روپے کے کراسڈ پوسٹل آرڈر بنام ڈی۔پی۔اے کے ساتھ ۱۵ اگست ۱۹۸۱ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم ریکروٹنگ آفیسرز، سٹیشن ہیڈکوارٹرز سولجرز بورڈز اور ایمپلائمنٹ ایکس چینج سے ۵/ روپے کا کراسڈ پوسٹل آرڈر بنام ڈی پی اے دکھا کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح جو حضرات ایم اے اسلامیات اور درس نظامی (دونوں) کی قابلیتیں نہ رکھتے ہوں وہ بھی درخواست نہ بھیجیں۔

پاکستان برّی فوج

بے لوث خدمت ۔ بے خوف قیادت

P.I.D. (ISLAMABAD) Advt. No 119/10